تجارت اور ہم

مولانا محمد نقی صاحب قبلہ سہارنپوری، کراچی

انسان احتیاج اور ضرورت کا پتلا ہے۔ اس کو زندہ رہنے کے لئے بہت سی چیزیں درکار ہیں۔ جن کے بغیر اس کی بقا اور حیات کی حفاظت محال عادی ہے۔ اسی لئے ان کا حاصل کرنا شریعت اور عقل کے فتوے کے مطابق انسان پر واجب اور لازم ہے جس کا ماننا ہی انسان کی خوشحالی کا ضامن ہے اور خلاف ورزی خطرناک ہے اور خطرناک بھی ایسی کی مخالف معدوم ہوجاتا ہے۔ یا اس کا عدم وجود برابر ہوجاتا ہے۔ اسی ''برے وقت'' اور ''روز سیاہ'' سے بچانے کے لئے، عقل اور شرع نے اپنے اپنے فرمان جاری کئے تھے۔ اور اس کی تعمیل ذی ہوش انسان پر فرض قرار دی تھی۔

کسب معاش عقلاً بھی فرض ہے

اس لئے کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے میں ہلاکت کا خوف اور ضرر کا اندیشہ ہے۔ اور جس وقت خوف ضرر کا رفع کرنا ممکن ہو اس کا دفع کرنا عقلاً واجب ولازم ہے۔ لہٰذا کسب معاش (جو خوف وضرر کے دفع کرنے کا ذریعہ ہے) واجب ہوگا۔

حکم شریعت

عقل کے حکم کے مطابق ہی شریعت کا ناطق فیصلہ ہے۔ لہٰذا ایک بے عمل اور سست وکاہل انسان عقلی نقطۂ نظر اور شرعی زاویۂ نگاہ سے ''مجرم'' ہے۔ جس کو فطرت کا حاکم عبرت انگیز سزا ضرور دے گا۔ فطرت کے مضبوط قانون صرف قدرت ہی بدل سکتی ہے۔ عام انسانوں کے لئے اس قانون کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے میں ہی عافیت ہے۔ بے کاری، بے مائیگی، ناتوانی، ناداری دوش بدوش ہیں۔ یہ نشانیاں ان لوگوں کی ہیں جن کے خیالات خوابیدہ اور جذباتِ عمل خفتہ ہیں۔ ایسے لوگ اپنے اخلاقی فریضہ کو سمجھ نہیں سکتے۔ یا سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

مسلمانوں کی عام حالت

آج مسلمان اقتصادی دور میں سب سے پیچھے ہے بے مائیگی کے خوں ریز پنجہ میں سب سے زیادہ گرفتار اور افلاس کے گلوشکن پھندے میں بری طرح پھنسا ہوا ہے بے بس ہے، بے نوا ہے، مجبور ہے، لاچار ہے۔ دوسروں کی دولت اور اپنی فلاکت کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔ آج اس کا کوئی کام سلیقہ کا نہیں ملتا۔ جسے دیکھو بے رونق ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسا ہونا ہی چاہئے تھا۔

عشرت بیمایگاں ہرگز تمام اجزاء نبود
دامنے گرداشت آں خلقت گریبانے نداشت

ایسا کیوں ہے؟ اور اس طرح کس لئے ہو رہا ہے؟ یعنی اس کا سبب کیا ہے؟ یہ سوال لازم طور پر ہونا تھا۔ اب سادہ لوحی دیکھئے اس کا جواب کتنا عجیب وغریب دیا گیا۔ اگر ذرا آزادی مزاج سے کام لیا تو نکبت کا ذمّہ دار مذہب کو ٹھہرایا۔ اور اگر آپ پکے مذہبی بنے تو تقدیر کے حوالہ کیا۔ چلئے چھٹی ہوئی۔ بہر حال ہم نرے بے قصور ہی رہے۔ مگر خوب یاد رہے کہ اس میں مذہب کی کرشمہ سازی ہے نہ تقدیر کی خطا۔ فی الحقیقت سارا کیا دھرا ہمارا ہے اور ساری تقصیر اپنی ہی ہے۔ یہ مصائب ہماری کوتاہ اندیشی اور تساہل کے توڑے ہوئے ہیں۔ مذہب اور قدرت کو ان سے کوئی واسطہ نہیں۔

خدا کا قانون بے لاگ ہے۔ وہ کسی کی رعایت نہیں کرتا،

جو بھی اس کے مطابق عمل کرتا ہے انعام پاتا ہے۔ جو حکم عدولی کرتا ہے سزایاب ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے علاوہ جن دیگر اقوام نے زریں سرفرازی اور گنگا جمنی اقدار حاصل کیا وہ اسی لئے تو ہوا کہ انہوں نے موقع شناسی اور ہمت سے کام لیا۔ ایک ہم ہیں کہ قوائے عمل کو لوریاں دے رہے ہیں اور کسب مال کے لئے کوئی خوشگوار قدم نہیں اٹھاتے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ من حیث القوم ہم میں سرمایہ کی کمی خطرناک حد تک پہنچ کر صورت حال کو نازک بنا چکی ہے۔ خصوصاً ہمارا حال زار بہت زیادہ رحم کے قابل ہے۔ لیکن جب ہم کو خود اپنے اوپر ترس نہیں آتا تو اور کیا کیجیے۔ اب نہیں معلوم کہ ہم کو کس وقت کا انتظار ہے۔

ہر شخص کو کچھ نہ کچھ کرنا ہے

بیشک ہر انسان قوت لایموت حاصل کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی کوشش صحیح یا غلط طور پر کرتا ہی ہے مسلمان بھی آج تک ایسا کرتے رہے مگر حق یہ ہے کہ ان کا یہ عمل بے عملی کے ہم معنیٰ رہا۔ اسی لئے انہوں نے اگر محنت کی بھی تو بیکار ہی رہی۔ اور جو حیلہ اختیار کیا کوئی خاص نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ دیکھنا یہ ہے کہ ہم محنت کیوں کرتے ہیں اسی لئے تا کہ ہم کو سرمایہ ہاتھ آئے۔ تو ضروری تھا کہ ہم کسی ایسے کام کو اختیار کرتے جس میں یہ فائدہ (یعنی آمدنی) زیادہ سے زیادہ ہوتا۔ اور اس کام میں بے عزتی اور انسانیت کے حسین دامن پر داغ بھی نہ لگتا۔ ایسا کام تجارت ہے اور صرف تجارت۔ اس لئے مسلمانوں کو یقینا تجارت میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینا چاہئے تھا اور لینا چاہئے۔ اسی کی ہم کو سخت تاکید کی گئی تھی۔ اسی کو ہم کو زوردار الفاظ میں ہدایت کی گئی تھی۔ اسی طرف ہم کو ہر مناسب طور سے متوجہ کیا گیا تھا۔ لیکن ہم نے اس کو بدترین عیب سمجھا اور بدنما گالی کے قائم مقام سمجھا۔ حالانکہ اس کی خوبی کے ذہن نشین کرانے کے جتنے خوبصورت طریقے اور خوشنما سے خوشنما انداز ہو سکتے تھے۔ ان سب کو ائمہ کرام علیہم السلام نے اختیار کیا۔ ہمارے سمجھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں فرمایا۔ قرآن نے خوب خوب فہمائش کی۔ اربابِ عصمت نے بار بار تجارت کے متعلق مفید سے مفید بیانات دئے۔ کبھی ان کے دلکش فوائد بیان فرما کے ہم کو آمادہ کیا۔ کبھی ترک تجارت کے نقصانات بتا کر اس کے ترک سے ہم کو نفرت دلائی۔ پھر اپنے نورانی عمل سے اپنے ارشاد کی تائید مزید کی۔ غرض اس باب میں قول معصوم بھی موجود، فعل معصوم بھی موجود، تقریر معصوم بھی موجود، آیات قرآنی بھی موجود۔ اور سب ہی اپنی اپنی جگہ پر ہماری دستگیری اور رہنمائی کر رہے ہیں مگر ہم ہیں کہ اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہیں ہٹے جہاں تھے وہیں ہیں۔ شریعت نے ہم کو کسی وقت بھی لاوارث نہیں چھوڑا۔ ہر ٹھوکر پر سہارا دے کر گرنے سے بچانا چاہا۔ ہر لغزش پر سنبھال کے ابھارنا چاہا۔ ہر مرض میں اکسیر و تریاق تجویز کئے جب جب نبضیں ڈوبنے لگیں، جواہر مہرہ کھلانے کا انتظام کیا۔ لیکن جب کوئی بیمار اپنے مہربان طبیب کی بات ہی نہ مانے اور دوا کی طرف رُخ بھی نہ کرے تو علاج کیونکر ہو۔

میں پھر کہتا ہوں اور پھر بھی کہوں گا کہ تجارت میں مسلمانوں کو بڑا حصہ دار ہونا چاہئے تھا۔ تجارت گاہ میں ان کا مقام امتیازی ہونا لازم تھا۔ مگر آج معاملہ برعکس ہے۔ اس وقت میں آپ کو مسلمانوں کے ایک نمایاں خاندان کے متعلق چند لفظیں سناؤں۔ قریش کو مسلمانوں میں جو اہمیت ہے محتاجِ بیان نہیں ہے۔ یہ کیا کم ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کے نام نامی کے ساتھ بھی ''ہاشمی'' اور ''قرشی'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن آپ نے کبھی یہ بھی غور کیا ہے کہ قریش کو قریش کیوں کہتے ہیں۔ آیئے آج میں آپ کو بتاؤں اور محققین کے اقوال میں سے اپنے مطلب کا ایک قول سناؤں۔

قریش کی وجہ تسمیہ

قریش نضر بن کنانہ کا ''لقب'' ہے۔ انہیں کی اولاد کو قریشی کہتے ہیں۔ ان کو قریش کیوں کہا گیا؟ محققین نے متعدد وجوہ بتائے ہیں۔ اصل قصہ یہ ہے کہ صاحبان ذوق تحقیق نے اس لفظ کے ماخذ میں اختلاف کیا ہے۔ اسی لئے متعدد وجوہ بیان کئے۔ جس کی وجہ سے مجھے بحث ہے وہ یہ ہے ''او من القرش

بمعنی الاکتساب لکون صناعتیم التجارۃ'' یہ لفظ قریش ''قرش'' سے بنا ہے۔اس کے معنی ہیں ''کسب کرنا'' چونکہ یہ قبیلہ تجارت پیشہ تھا لہٰذا ان کو قریشی کہا گیا۔ اگر یہ قول صحیح مان لیا جائے تو کیا اس کے یہ معنی نہ ہوئے کہ مسلمانوں نے اپنے پیر پر اپنے ہاتھوں ہی کلہاڑی ماری ہے اور خود ہی اپنے سرمایہ امتیاز وافتخار کو اپنے ہاتھوں تلف کرکے اپنے اقتصادی اقتدار کو مجروح کیا۔ مرض ابھی لاعلاج نہیں ہے۔ ابھی حالت مایوس کن نہیں۔ اس کی تدبیر محال نہیں۔ مشکل ضرور ہو گئی ہے جو ہمارے عزم سے آسان ضرور ہوسکتی ہے وہ یہی ہے کہ ہم تجارت شروع کردیں۔ اگر اقتصادی کشمکش کی نجات کی تمنا ہے تو تجارت کریں۔ اگر معاشی جنگ میں کامیابی کا ارمان ہے تو تجارت کریں۔ اگر دنیا میں عزت واطمینان کی خواہش ہے تو تجارت کریں۔ اگر عہد داروگیر میں سلامتی محبوب ہے اور آنے والے زمانہ میں دوسری قوموں کے دوش بدوش ہم کو چلنا ہے تو تجارت کریں۔

اگر قوم کے سرمایہ دار حضرات اس طرف توجہ نہیں کرتے تو اے بے کار و بے روزگار افراد محنت سے نہ ڈرو۔ کوشش سے نہ گھبراؤ، آؤ اور تجارت کرو۔ جاگو اور تجارت کرو۔ میرے ان الفاظ کو میری مخلصانہ غرض نہ سمجھو۔ دوستانہ گذارش نہ خیال کرو۔ ہمدردانہ مشورہ تصور نہ کرو بلکہ زبان شرع سے نکلے ہوئے سنہرے الفاظ میں حاملان شریعت کے زریں احکام ہیں۔ صاحبان عصمت کے سرمایہ خیز ارشادات ہیں۔ قوم! اے میری قوم! اگر تو نے اس نکبت پرور دور میں بھی ان جواہر پاروں کو آویزہ گوش ہوش نہ بنایا تو وہ دن دور نہیں معلوم ہوتا جب فاقہ کشی کے طفیل میں ناتوانی قوتِ سامعہ کو غارت کرچکی ہوگی۔ للہ توجہ سے سنو! ہادیان برحق کے ان جاں پرور مژدوں اور دلکش پیغاموں کو ائمہ ہدیٰ کے ارشادات عالیہ کو شمع راہ بنا کر زندگی کی پیچیدہ اور تاریک راہوں کو اس بھروسہ کی روشنی میں سکون واطمینان کے ساتھ عبور کر جاؤ۔

کیا تجارت سرمایہ کی محتاج ہے

ہمارے ذہنوں میں عام طور پر یہ خیال راسخ ہو گیا ہے کہ تجارت بغیر سرمایہ کے نہیں ہوسکتی، کیونکہ وہ سرمایہ کی محتاج ہے۔ لیکن یہ خیال اصلیت وحقیقت سے کوسوں دور ہے۔ یاد رہے تجارت سرمایہ کی محتاج نہیں ہے۔ ہاں سرمایہ تجارت کا محتاج ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان جس وقت تک کسی کام کے لئے سچے ارادہ اور مضبوط عزم کے ساتھ آمادہ نہیں ہوتا اس وقت تک اس کے سامنے ناکامی کے پہلو زیادہ آتے ہیں۔ مگر جب کمر ہمت باندھ کر میدانِ عمل میں اتر آتا ہے تو شاید کامیابی اپنے حسین اشاروں سے پاس بلاکر اپنی ہمنشینی کی عزت بخشتی ہے اس کا تجربہ ہر شخص کو اپنی روزمرہ کی زندگی میں ہزاروں مرتبہ ہو چکا ہوگا۔

چونکہ ہم ابھی تک اس کے لئے تیار نہیں۔ اس لئے دشواریاں، ناکامیاں، نامرادیاں ہی سامنے آتی ہیں اور سواد منزل مقصود پر نظر نہیں پڑتی۔ اور دماغ خواہ مخواہ مہمل سوالات کو اہمیت دے کر بے پر کا کبوتر بناتا ہے۔ میں نے بعض حضرات کو کہتے سنا ہے ''کیا کریں سرمایہ نہیں ہے'' محلوں کے خواب دیکھنا اسی کو کہتے ہیں۔ میں تو کہتا ہوں بھائی تجارت کرکے سرمایہ پیدا کرو۔ وہ جواب دیتے ہیں ہم کیا کریں سرمایہ نہیں۔ ارے مہربان اسی کی تو تدبیر بتائی جارہی ہے اور زیادہ درد تو اس کا ہے کہ ہمارے پاس سرمایہ نہیں۔ اگر سرمایہ ہوتا تو ہم کو اس بے چینی سے بلک بلک کر رونے کی کیا ضرورت تھی۔ تجارت خزانہ کا مطالبہ نہیں کرتی۔ چند روپیوں اور چند پیسوں سے بھی ہوسکتی ہے اور اگر یہ بھی نہیں تو کسی تاجر کا ہاتھ بٹا کر بھی تجارت ہوسکتی ہے۔ سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سرمایہ سے تجارت شروع نہیں کی تھی۔ دنیا جانتی ہے کہ مال ''جناب خدیجہ'' کا تھا اور گرانقدر خدمات آنحضرتؐ کے تھے۔ دولت اُن کی تھی اور محنت اِن کی۔ سرمایہ اُن کا تھا اور سعی مشکور اِن کی۔ کیا ہم حضرت رسول اکرمؐ کی تاسی نہیں کرسکتے اور ان کی اقتداء میں بھی شرم محسوس کرنے لگے ہیں۔ اگر ایسا نہیں تو ہم کو بھی پہلے کسی کامیاب تاجر کا شریک کار ہو کر اس مہم کو سر کرنا چاہئے۔ اس طرح ہمارے پاس تھوڑی مدت میں معلومات کا بھی کافی ذخیرہ فراہم ہوسکتا ہے

اور کسی قدر سرمایہ بھی ہاتھ آجائے گا۔ پھر ہم اپنی مستقل تجارت شروع کرسکتے ہیں جس میں انشاء اللہ یقینا کامیاب ہوں گے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تو اپنے چند پیسوں اور معمولی سرمایہ سے تجارت شروع کرسکتے تھے۔ مگر حضرت نے ایسا نہ کیا۔ بلکہ پہلے دوسرے مال سے ابتدا کی۔ میرے عقیدے میں اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرتؐ اس تجارت سے اپنی ضرورتوں کو پورا نہیں کررہے تھے بلکہ اپنی امت کو تجارت کی ابجد پڑھا رہے تھے۔ اور ابتدا کا نفیس قاعدہ بتا رہے تھے۔ میری نظر میں اس طریقۂ کار سے تجارت کی اہمیت اور اس کے طریقے دونوں پر ایک ساتھ روشنی پڑرہی ہے۔

اے ارباب ہوش! خدارا عذر بارد کو چھوڑو۔ اپنے میں روحِ عمل کی گرمی پیدا کرو۔ فلاح اور بہبودی کو عزت کی نگاہ سے دیکھو اور بسم اللہ کہہ کر تجارت شروع کردو۔ اپنا پیٹ پالنے کے لئے نہ سہی اپنا اعزاز بڑھانے کے لئے تجارت کرو۔ اور کچھ نہیں تو تبرکاً اقتدا کے طور پر تجارت کرو۔ اپنے نبیؐ برحق کی پیروی کی نیت سے تجارت کرو۔ رسولؐ کی سنت سمجھ کر پیروی کرو۔ یہ بھی اسوۂ حسنہ ہے۔

اے تجارت! میری قوم کے لوگ تجھ کو حقیر و ذلیل نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ مگر اے میری پیاری تجارت تو غمگین وملول نہ ہونا، جس نے تیرا اعزاز کیا وہ سرفراز ہوا۔ جس نے تجھ کو ذلیل سمجھا۔ اپنا نقصان کیا۔ تو تو وہ عزت و شرف والی ہے کہ میرے پیغمبر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے اولوالعزم نے دعوت نبوت سے پہلے تجھ پر عمل کیا اور اعلان رسالت کے بعد تیری قدر کرتے رہے اور امت کو ہدایت دیتے رہے۔

صاحبانِ ایمان! خدارا انصاف کیجئے اور تجارت کرکے نکبت کی خراج گزاری سے سبکدوشی حاصل کیجئے۔ آخر غلط اندیشی کی سراب میں کب تک کھوئے رہیئے گا۔ آیئے اب دو آیتیں اور ائمہ کے اقوال بھی سماعت فرما لیجئے اور تجارت کے فضل وشرف کو دیکھئے۔

حضرت اقدس الٰہی جل شانہٗ نے ایسے نرالے انداز سے اس کو سرفراز فرمایا اور ایسے خوبصورت الفاظ میں تجارت کا ذکر کیا کہ ایک بافہم انسان کی طبیعت راغب ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ خداوند عالم نے تجارت کو من جملہ فضل قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے جس چیز کو خدا اپنا فضل فرمائے وہ کس قدر مبارک ہوگی۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ (سورہ نحل:۱۴)

تم دریا میں کشتیوں کو دیکھتے ہو۔ وہ پانی کا سینہ چیرتی ہوئی آتی جاتی ہیں اس لئے کہ تم خدا کا فضل (نفع بذریعہ تجارت) حاصل کرو اور تا کہ تم اس کی نعمتوں کا شکرادا کرو۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوْا اِذَا نُودِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (سورہ جمعہ:۱۰-۹)

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور اس وقت خرید وفروخت چھوڑو۔ اگر تم جانتے ہو تو تمہارے لئے یہ ہی بہتر ہے آپس میں جب نماز ختم ہوجائے تو تم زمین پر پھیل جاؤ اور خدا کے فضل کو ڈھونڈو اور اللہ کا ذکر زیادہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

اس آیۂ مبارکہ میں بھی حضرت ایزدغفار نے تجارت کو اپنے فضل میں شامل فرمایا ہے۔ اب تو کلمہ گو خدا کے اس فضل سے کچھ دامن کش اور الگ الگ ہی رہے۔ اب دیکھنا ہے میری اس توجہ دہانی کے باوجود مسلمان کیا کرتے ہیں۔!!

اب میں سمجھا مسلمان کیوں اس تجارت سے بھاگتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ قرآن مجید نے اس کا نام ''فضل'' رکھا ہے۔ اور مسلمان وہ ہے کہ جب بچہ تھا اور اپنی نادان ماں کی گود میں امن وعافیت کی زندگی بسر کررہا تھا۔ اس حال میں وہ کبھی کبھی کسی

بات پر رو بھی دیا کرتا تھا۔ ماں نے بہت بہت بہلایا مگر نہ بہلا۔ خوب ٹہلایا مگر کون سنتا ہے۔ آخر وہ غریب عاجز آ گئی۔ بیچاری نے پکارا اللہ کے فضل آ تو!! دیکھ یہ بچہ چپ نہیں ہوتا۔ بس اللہ کے فضل کا نام سنتے ہی اب کیا تھا۔ سہم کر ماں کی چھاتی سے چمٹ گیا۔ اور دم بخود ہو گیا۔ اب بتایئے جو گہوارہ ہی میں اللہ کے فضل سے ڈر چکا ہو وہ بڑا ہو کر اللہ کے فضل سے نہ بھاگے تو اور کیا کرے۔ ہائے جس کی گھٹی میں اس قسم کی لغزش شامل ہو وہ کیا کر سکتا ہے۔ اب احادیث سنئے۔

(۱) قال امیر المومنین اتجروا بارک اللّٰہ لکم فانی سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم یقول ان الرزق عشرہ اجزاءٍ تسعة فی التجارة وواحد فی غیرھا۔

قرآن ناطق حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ ارشاد فرماتے ہیں (ایمان والو) تجارت کرو۔ اللہ تم کو برکت دے۔ میں نے خود رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، وہ فرماتے تھے: رزق (روزی) کے دس حصہ میں سے ۹ حصے (اکیلی) تجارت میں ہیں اور ایک حصۂ رزق تجارت کے علاوہ دنیا کے دوسرے کاروبار میں۔

(من لایحضرہ الفقیہ)

ہائے افسوس ہے اور بڑا تعجب ہے۔ ہماری عقلوں پر خدا جانے کیسے پتھر پڑے ہیں یا کون سے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ جس جنگل میں رزق کا صرف ایک حصہ تھا وہاں تو حیران وسرگرداں پھر رہے ہیں لیکن جس لالہ زار میں روزی کے نو حصے تھے ادھر کا رخ بھی نہیں کرتے۔ شاید اس کو نبوت کا سبز باغ سمجھتے ہوں اللہ ہمارے کان کھولے اور آنکھیں روشن کرے۔

(۲) قال الصادق علیہ السلام: لاتدعوا التجارة فتموتوا اتجروا بارک اللّٰہ لکم۔

امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں (خبردار) تجارت کو ہرگز نہ چھوڑنا ورنہ (اقتصادی اعتبار سے) مرجاؤ گے۔

(من لایحضرہ الفقیہ)

حضرات! ان بیش قیمت الفاظ کو عقل کے ترازو میں وزن کیجئے اور ارشاد عالی کی حقانیت دیکھئے۔ کیا آج ہماری اقتصادی موت نہیں ہو چکی۔ کیا اس اعتبار سے ہماری اناللہ کوئی شبہ باقی رہ گیا ہے۔ اگر اب بھی امام کی پیشین گوئی پر ایمان نہ لائیں گے تو قیامت کے روز بھی اس کا ایمان دشوار ہوگا۔

(۳) قال امیر المومنین علیہ السلام تعرضوا للتجارة فان لکم فیھا غنی عما فی ایدی الناس۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: تجارت گاہ میں آؤ، (تجارت کرو) اس میں لوگوں کی دست نگری سے بے نیازی ہے۔ (من لایحضرہ الفقیہ)

ضمیر کی آزادی اور اس کی قدرومنزلت ان سے پوچھئے جن کے پہلو میں روشن دل موجود ہے۔ جو لوگ اس دولت سے محروم ہیں وہ اس کی حقیقی لذت سے نابلد ہیں۔ ضمیر محتاجی اور دست نگری کے ساتھ کبھی آزاد رہ ہی نہیں سکتا۔ جب بھی کوئی شخص کسی طرح بھی کسی کے دباؤ میں ہوگا پھر اپنے منھ میں اپنی زبان نہ سمجھے۔ یہ مضغۂ گوشت گو بظاہر اس کی طرف منسوب ہے مگر جب حرکت میں آئے گا تو اپنے بالا دست، اپنے حاکم کا قصیدہ پڑھے گا۔ گو دل اس کے ساتھ نہ ہو مگر مجبور ہے کیا کرے یہ ہے ملازمت کی ایک ادنیٰ شان۔ لیکن تجارت آزاد منش، آزاد فکر لوگوں کا حصہ ہے وہ کسی کا دست نگر نہیں۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اور اگر ہے تو صرف اتنا جتنا دوسرا اس کا محتاج ہے۔ پھر یہ لجے تو کس لئے اور کسی سے لجے تو کیوں؟ غالباً اسی مفہوم کی طرف امام المتقین نے مندرجہ بالا الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے اور سرنگوں انسان کو سربلند کیا ہے۔

(۴) معلیٰ بن خنیس، ایک تاجر تھے۔ کاروبار میں اچھی خاصی دلچسپی تھی۔ ایک روز بازار جانے میں دیر ہوگئی۔ جب حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی ان پر نظر پڑی تو حضرت نے ''معلیٰ'' کو کافی فہمائش کی اور یہ تاخیر ہمارے ہمدرد امام پر گراں

ہوئی۔ اس وقت حضرت نے جن پیارے الفاظ میں معلیٰ کو تنبیہ فرمائی ہے۔ معلیٰ خود ہی اس کے راوی ہیں:

حضرت اگر ہمت ہو تو قلم عقیدت سے آپ بھی لوح حافظہ پر ان الفاظ کو تحریر فرمالیں۔ روایت کے ضروری الفاظ یہ ہیں:

قال رانی ابو عبداللہؑ۔ قد تاخرت عن السوق فقال لی اغدالی عزک۔

معلیٰ کہتے ہیں، ایک روز میں بازار سے بچھڑ گیا۔ جب حضرت کی نظر مجھ پر پڑی فرمایا ''معلیٰ'' (یہ دیر کیسی) تو صبح سویرے اپنی عزت کی طرف جایا کر۔ (من لایحضرہ الفقیہ)

آپ نے ملاحظہ فرمایا، امام علیہ السلام اس کاروبار کو لفظ عزت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ جب زبان معصوم اس کو عزت سے تعبیر کرے تو کون ہے جو اس کو ذلیل سمجھ سکتا ہے۔ اگر یہ نادانی کرے گا تو اپنا خود نقصان کرے گا۔ جیسا کہ ہم اس کو برداشت کئے ہوئے ہیں۔ خدا ہم کو اس گمراہ کن خیال سے نجات دے۔

ع این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

کہاں سے لاؤں وہ استعداد جو امام کے اس ایک لفظ (عزک) کی تفصیل یا تشریح کرسکوں۔ آپ خود اپنے اپنے دماغ پر زور دیجئے۔ دیکھئے کیا لطف آتا ہے۔ **اغدالی عزک۔۔۔۔** اللہ اکبر۔

(۵) ''عمر بن مسلم'' تجارت پیشہ تھے۔ خدا جانے کس غلط فہمی کا شکار ہوئے۔ اچھے خاصے کاروبار میں مصروف تھے۔ نماز روزہ بھی تھا۔ بیوپار بھی تھا۔ مگر کچھ ایسی سوجھی کہ سب قصّہ قضیہ کو خیر باد کہہ کر گوشہ گیری اختیار کی اور عبادت میں مشغول ہوگئے بادی النظر میں اس مسعود مشغلہ سے بہتر اور کیا شغل ہوسکتا ہے۔ اطمینان سے گھر بیٹھے اللہ اللہ کرتے ہوں گے اور اپنے لئے وسعت رزق کی دعائیں بھی سچے دل سے مانگتے ہوں گے۔ اس سے اچھی اور کیا بات ہوسکتی تھی۔ مگر جو حقیقت پرور حقیقت آگاہ۔ حقیقت کے مدرس ہیں ان سے مبہمات کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے جب لوگوں نے یہ حال بیان کیا تو حضرت نے ارشاد فرمایا:

اما علم ان تارک الطلب لا یستجاب لہ۔

کیا وہ یہ نہیں جانتا کہ طلب چھوڑ دینے والے کی دعا اس کے حق میں مستجاب نہیں ہوتی۔ (من لایحضرہ الفقیہ)

حلیۃ المتقین میں عمر سے متعلق یہ واقعہ کچھ دوسرے الفاظ میں درج ہے جس کا ماحصل یہ ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے عمر بن مسلم کے متعلق لوگوں سے سوال کیا: **ما فعل عمر بن مسلم؟** عمر بن مسلم نے کیا کیا (یا کیا کرتے ہیں) لوگوں نے عرض کیا: انہوں نے تجارت ترک کردی۔ یہ سن کر حضرت نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا: ''یہ تو شیطان کا کام ہے'' کیا اس کو نہیں معلوم کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بنفس نفیس تجارت کیا کرتے تھے اور خود پروردگار عالم نے گروہ تجار کی مدح سرائی فرمائی ہے۔ ارشاد فرماتا ہے: **رِجَالٌ لاَّ تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلاَ بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔** (سورہ نور: ۳۷) ''وہ ایسے آدمی ہیں جن کو تجارت اور خرید و فروخت خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتی ہے۔'' اس آیہ مبارکہ میں حضرت باری تعالیٰ نے سوداگروں کے ایک گروہ کا ذکر فرمایا ہے وہ (لوگ کاروبار کے وقت کام کرتے) جب نماز کا وقت آتا تو (بلا پس و پیش) نماز میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ ایسے تاجر اُن لوگوں سے بدرجہا بہتر ہیں جو سوداگری نہ کرتے ہوں اور نماز وقت پر پڑھیں۔ (حلیۃ المتقین)

لطیفہ: امام علیہ السلام نے عبادت گزار تاجروں کو ان سادہ اطاعت کیش زاہدوں سے بہتر بتایا جو بغیر کاروبار کے نماز میں لگے رہیں۔ پھر بھلا ان بیچاروں کی بساط کیا جو بے کار بھی ہوں اور بے نماز بھی۔ مجھے دیکھنا ہے ارباب ایمان اس روایت کا کیا نتیجہ نکالتے ہیں میں جہاں تک اہلبیتؑ اور پیشوایان مذہب کے اقوال پر غور کرتا ہوں مجھے کہیں نہیں ملتا کہ یہ حضرات چاہتے ہوں کہ مسلمان گداگر، فاقہ مست، کشکول بدست مفلس ہو۔ بلکہ یہ آرزو ہے کہ فرزند توحید خوشحال ہو دین

داری کے ساتھ دولت مند۔ ایمان داری کے ساتھ سرمایہ دار بھی ہو۔

امیر المومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

بلوت صروف الدهر ستين حجةً
وجربت حاليه من العسر واليسر
ولم ار بعد الدين خيرا من الغنى
ولم ار بعد الكفر شراً من الفقر

ترجمہ: ساٹھ سال تک میں نے زمانہ کی گردشوں کو آزمایا اور اس کی سختی اور نرمی کا تجربہ کیا۔ دین کے بعد تونگری سے بہتر کوئی شے نہیں پائی اور کفر کے بعد فقیری سے بدتر کوئی شے نہیں پائی۔ (دیوان امیر المومنین)

(۲) قال الصادق عليه السلام: التجارة تزيد في العقل وترك التجارة مذهبة للعقل۔

ہمارے چھٹے امام حضرت جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: تجارت سے عقل بڑھتی ہے اور اس کے چھوڑنے سے (مسموع) کم ہوتی ہے۔ (من لا یحضرہ الفقیہ)

آج انسانی ترقی، اور انسانیت کا کمال اور ذہنی ارتقاء جس منزل پر ہے۔ اور قوت فکر نے جو بلندی حاصل کی اس میں تجارت کو بڑا دخل ہے۔ یہ ہی ہے جو وسیلۂ انقلاب بنی۔ اسی نے اقوام عالم کی تہذیب و ترقی کو چار چاند لگائے۔ یہ ہی مختلف ممالک کے انسانوں میں ربط، ضبط، میل جول کا ذریعہ بنی۔ اسی نے باہمی تبادلۂ خیالات کے دروازے کھولے۔ جس کی وجہ سے تجربہ بڑھا اور عقل میں استحکام پیدا کیا۔ اسی نے مختلف الطبائع افراد سے ارتباط کا طریقہ سکھایا۔ ہر طرح کے لوگوں سے تعلقات قائم کرائے۔ طرح طرح کے نظریہ سامنے لائی جس نے غور و فکر کو متوجہ کیا۔ ہوشیار تاجر ہمیشہ پیش بینی اور دور اندیشی سے کام لیتا رہتا ہے اس لئے یہ رفتہ رفتہ خو طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے۔

غرض مختلف تجربات کا ذریعہ بنی جس کی وجہ سے عقل زیادہ ہوئی۔ اب بھی تجارت میں یہ فائدے مضمر ہیں اور قیامت تک رہیں گے اسی لئے معصوم نے فرمایا ''تجارت سے عقل بڑھتی ہے'' ظاہر ہے جو باتیں تاجر میں پیدا ہو جاتی ہیں اور جن نشیب و فراز سے وہ واقف ہوتا ہے وہ غیر تاجر کے پاس کہاں سے آئیں۔ لہٰذا عقل نہ گھٹے تو کیا ہو۔ آج بھی مشاہدہ ہو رہا ہے کہ جو قوم تجارت سے زیادہ مستفید ہو رہی ہے وہی عقل کا پتلہ ثابت ہو رہی ہے۔ اگر ہم تجارت کرتے ہوتے تو ہماری عقل بھی آج یہاں نہ ہوتی جہاں اب ہے۔

ارباب ایمان، احادیث مذکورہ کو ذرا تامل سے دیکھئے اور بتایئے اس کا نتیجہ کیا اس کے علاوہ اور کچھ بھی ہے کہ ہم کو تجارت شروع کر دینی چاہئے۔ اسی لئے میں کہتا ہوں بھائیو! تجارت کرو۔

آپ نے دیکھا ائمہ کرامؑ نے کیونکر ہم کو شوق دلایا اور کس طرح ہم کو سمجھایا۔ اور کیسے کیسے عنوانات سے مخالفت سے ڈرایا۔ الفاظ کتنے مختصر اور معنیٰ خیز استعمال کئے۔ ان سب چیزوں کے موجود ہوتے ہوئے تجارت کی طرف ہماری توجہ نہ کرنا کہیں بے عقلی کے مرادف تو نہیں۔

عزیزانِ ملت! تجارت ہی وہ مبارک مشغلہ ہے جس کے لئے دلکش وعدے اور ائمہ ہدیٰ کی برکت کش دعائیں موجود ہیں۔ اب بھی ہم اگر اس کی طرف متوجہ نہ ہوں تو احساس کی موت اور ہلاکت آفریں بدنصیبی نہیں تو اور کیا ہے۔ عجب مزے کی بات ہے جب کبھی بھی مجھ سے میرے کسی محترم بھائی کے مسئلہ تجارت پر گفتگو ہوئی اور تبادلہ ہوا تو ہر ایک کو تجارت کا مداح اور دلدادہ پایا۔ مگر عمل کی زبان گویائی کی جرات سے نا آشنا دیکھی۔ یعنی

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

اہل نظر نے ملاحظہ فرما لیا۔ شریعت نے اس بارے میں کیونکر ہماری راہبری فرمائی۔ دست گیری اور پشت پناہی کا حق ادا کر دیا یا نہیں پھر یہ کہنا کہاں تک قرین انصاف ہوگا کہ اسلام

ہماری معاشی رہنمائی کی صلاحیت نہیں رکھتا اور اقتصادی گتھیاں اس کے ناخن تدبیر سے نہیں سلجھ سکتیں۔ یہ کہنے والے اور سمجھنے والے ان چند الفاظ کو غور سے دیکھیں اور سنیں اور اپنے دماغ پر زور دے کر اپنے الفاظ اور خیالات کا دوبارہ جائزہ لیں اور بتائیں کہ اب شرع اور صاحبان وحی کا کیا قصور ہے۔ خطا ان کی ہے جنہوں نے ان کی قیادت نہ مانی اور ان کے احکام سے سرتابی برتی پھر اس کا نتیجہ تو وہ ہی ہونا تھا جو آج ہمارے سامنے ہے۔

ہم اگر آج ہی سے عمل شروع کر دیں تو کل اس کا خوشگوار نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ اور اگر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہے تو جو ہونا ہے وہ ہو کے رہے گا۔ اے غلامان علیؑ اٹھو! اور برے وقت سے بچنے کی کوشش کرو۔ قوم سے بے کاری کو دور کرو۔ تاجرانہ ذہنیت کو پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ اپنے حلقہ اثر میں تجارت کی تلقین کرو۔ ہر وہ جائز طریقہ کسب معاش کے لئے اختیار کرو جو نتیجہ خیز ہو۔ میرے نوجوان عزیزو! قوم کا ماضی گذر چکا۔ اپنے بزرگوں کا حال ہم دیکھ ہی رہے ہیں مستقبل ہی کی کچھ فکر کرلو۔ نوجوانو! ہماری مبہم زندگی سے عبرت حاصل کرو۔ ہمارے بزرگ چوکے اس کا خمیازہ ہم نے بھگتا اور خوب بھگتا۔ اب کم از کم تم ہی ماشااللہ اپنے تازہ خون اور نئے دماغ کی طاقت دکھاؤ۔ تم خود اس بگولے سے نکلو۔ اور آنے والی نسلوں کے لئے اس چٹیل میدان میں لیکھ ڈال دو۔ ہوشیار۔ تم سوائے خدا کے کسی کا آسرا نہ دیکھو۔ کیونکہ جو طبیعتیں سہارے کی خوگر ہو جاتی ہیں پھر وہ زندگی بھر سہارا ڈھونڈھا کرتی ہیں۔ تم ہمارے جمود کے پہاڑ کو اپنی ہمت کے تیشہ سے کاٹ کر گنگا جمنا نہ سہی دجلہ وفرات بہا دو۔ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔ ہمارے اونچے اونچے قومی ہال مفید خیرات خانے، شاندار عزاخانے، خوشنما مسجدیں، عالیشان مدرسے، بلند برج یتیم خانے اور دیگر قومی ضروریات فقط ہمارے نام سے وجود میں نہیں آسکتے۔ اور جو موجود ہیں وہ باقی نہیں رہ سکتے۔ ہماری ہڈیاں اور گوشت پوست بھی ان کے کام نہیں آسکتے ان سب چیزوں کو ہمارے سرمایہ کی ضرورت ہے۔ پھر بتایئے جب آپ کے پاس روزمرہ کی ضرورتوں سے فاضل پیسہ نہ ہوگا تو آپ اپنی مذہبی چیزوں کی نگرانی وحفاظت کیونکر کر سکتے ہیں۔ چونکہ زیادہ سے زیادہ دولت پیدا کرنے کا آزادی کے ساتھ مہذب ذریعہ تجارت ہے۔ لہٰذا میں پھر فرمائش کرتا ہوں۔ عزیزو! تجارت کرو۔ اپنا کام سمجھ کر تجارت کرو۔ قوم ومذہب کا کام سمجھ کر تجارت کرو۔ دنیا کا کام سمجھ کر تجارت کرو۔ اف ری ہماری بے گانگی ہماری عربی تعلیم گاہیں تو ان امور سے بے لاگ تھیں ہی۔ تعلیم جدید کے مسلم مدارس بھی قریب قریب ان سے بے تعلق ہیں (کامرس) تجارت کی تعلیم شاید ہی کہیں ہوتی ہو۔

کس چیز کی تجارت ھو

دنیا کی کوئی شے ایسی نہیں جو تجارت کے جغرافیہ سے باہر ہو۔ لہٰذا طبعی رجحان اور دماغی خصوصیات کو آزما کر اپنے میلان اور لگاؤ کا صحیح جائزہ لے کر تجارت کو سوچ سمجھ کر پسند کیا جائے اور اس میں ترقی حاصل کرنے کی جدوجہد جاری کر دی جائے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہم بھی وہی تجارت کریں جو ہماری قوم کا کوئی ایک شخص کر رہا ہے۔ جیسے ریل کے نافہم مسافر اسی بوگی (گاڑی) پر سوار ہونے کی کوشش کرتے ہیں جو ان کے سامنے آگئی۔ یا جس دروازہ میں کسی کو داخل ہوتے دیکھا۔ اگر چڑھ گیا تو سفر کسی نہ کسی طرح تمام ہو جائے گا۔ مگر رہے گی بڑی کشمکش۔

حضرات مجھے جو کچھ کہنا تھا تقریباً کہہ چکا ہوں۔ اب بھی قوم نے توجہ نہ فرمائی تو معاذ اللہ۔ اور ہماری غفلت کا بھی کیا کہنا العظمۃ للہ اور اگر خوش نصیبی سے توجہ سے سن لیا تو سبحان اللہ، تجارت کا قصد بھی کر لیا تو الحمد للہ۔ پھر قوم مالدار بھی ہو جائے گی۔ انشاء اللہ پھر دوسری قوموں سے مقابلہ کی طاقت بھی آجائے گی۔ ولا قوۃ الا باللہ۔ اگر کچھ ابھی اور انتظار ہو تو لا الہ الا اللہ۔ اگر توجہ کی ضرورت ہی نہیں تو استغفر اللہ اور اگر اس سے کچھ اور آگے بڑھے تو انا للہ۔

ماشاء اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

✿✿✿